کلیّات

امیر النساء

ترتیب و تدوین

ڈاکٹر ایس۔ محمد یاسر

© حقوق محفوظ

کلّیات امیر النساء

[کلّیات نثر- ناول: افسانے: سفرنامے: مضامین: خطبات]

اے- امیر النساء

ترتیب و تدوین: ڈاکٹر ایس- محمد یاسر
صدر شعبہ اردو سی- عبدالحکیم کالج: میل وشارم (تامل ناڈو)

صفحات: ۵۰۴ | تعداد: ۵۰۰ جلدیں | اشاعت بار اوّل: جنوری ۲۰۲۰ء
قیمت: پانچ سو روپے
زیر اہتمام: شعبہ اردو سی- عبدالحکیم کالج: میل وشارم (تامل ناڈو)
سرورق، تزئین: دبستان فاؤنڈیشن: کڈپہ (آندھرا پردیش)

Kulliyath-e-Ameerunnisa

[Collection of Writings in Prose]

A.Ameerunnisa

Edited By:
Dr. S.Mohamed Yassir
HOD, Dept. of Urdu
C.Abdul Hakeem College (Autonomous)
MELVISHARAM-632509 (Tamil Nadu)
e-mail: prof.yassir@gmail.com
Mobile: +91 9994965700

Pages: 504 **Copies: 500** **First Published: Jan.2020**
Price Per Copy: ₹ 500.00

Published By:
Department of Urdu,
C. Abdul Hakeem College (Autonomous)
MELVISHARAM-632509 (Tamil Nadu)

Printed @ Sajitha Book Centre, Chennai-1.
Ph : +91 98409 77758 / 94458 66758

اشاریہ

مقدمہ	پروفیسر قاضی حبیب احمد	08
عرض مرتب	ڈاکٹر محمد یاسر	14

تحسین فکر و فن

ہمشیرہ کے حضور ایک خراج	جناب الحاج' اے-محمد اشرف	18
امیر النساء کی افسانہ نگاری	پروفیسر سلیمان اطہر جاوید	21
با مقصد انشاء پرداز: محترمہ اے-امیر النساء	مولانا محمد رفیع کلوری عمری	28
امیر النساء کے سفرنامے	ڈاکٹر ایس-محمد مدثر	41
عنبرین: ایک تجزیہ	ڈاکٹر کے-ایچ-کلیم اللہ	49
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم	مولانا شاکر احسن باقوی	55
محترمہ امیر النساء کی ناول نگاری	ڈاکٹر ابوبکر ابراہیم عمری	61
گفتار و کردار کی غازی: محترمہ امیر النساء	ڈاکٹر شیخ فاروق باشا	64

ناول

ناول : عنبرین [۱۹۸۱]

عنبرین	78

کردار وگفتار کی غازی: محترمہ امیر النساء

ڈاکٹر شیخ فاروق باشا

لکچرر، شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج: رائے چوٹی (آندھرا پردیش)

خطابت بقول شورش کاشمیری ''عوام سے اجتماعاً ہم کلام ہونے کا نام ہے''۔ خطابت زبان کا اعجاز ہے۔ ترتیب وترہیب اس کے جوہر ہیں۔ انسان اور خطابت کو ہم رکیب اور ہم عمر کہہ سکتے ہیں۔ روئے زمین پر سب سے پہلے خطیب، انبیاء اور رسول تھے۔

دنیا میں جنھوں نے اپنے افکار وخیالات سے عوام وخواص پر حکمرانی کی، سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی، مذہبی اور اصلاحی میدانوں میں اپنے گہرے نقوش چھوڑے وہ دنیا کے سب سے بہترین خطیب اور سحر بیاں مقرر تھے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو خطابت کے میدان میں اہل یونان کو اولیت حاصل ہے۔ ارسطو نے سب سے پہلے خطابت کے اصول وضوابط متعین کیے۔ اہل یونان کے بعد اہل روم اس میدان میں آگے نظر آتے ہیں، ان کے بعد عربوں کا ذکر آتا ہے۔ عربی زبان نے فن خطابت کو مستحکم کیا۔ عربوں کو اپنی زبان، حافظہ، شاعری اور خطابت پر بے حد ناز تھا۔ خطابت میں اسلوب بیان کی دلکشی اور سحر بیانی کو ملحوظ رکھا جاتا۔ ایجاز واختصار، روانی اور سلاست، فصاحت و بلاغت سے ان کے خطبات مزین ہوتے۔ اردو خطابت عربی خطابت سے متاثر نظر آتی ہے۔ جوش بیانی، شعلہ نوائی، سحر بیانی، رعنائی وزیبائی، ایجاز واختصار جیسی سبھی خصوصیات عربی خطابت ہی کا فیض ہیں۔ سائنسی علوم وفنون کے ظہور کے بعد بیسویں صدی میں جرمنی، فرانس، انگلستان، اور امریکہ کے خطباء کو عالمی شہرت نصیب ہوئی۔

ہندوستان میں تحریک آزادی کے پس منظر میں خطابت کے فن نے اپنی جولانیاں بکھیریں۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے جہاد کے موضوع پر خطاب کر کے لوگوں کو جنگ آزادی میں شریک ہونے کی ترغیب دلائی۔ سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اصلاحی،

سماجی، تعلیمی اور مذہبی خطابات کے ذریعہ فن خطابت کو مستحکم کیا۔ تحریک خلافت اور ترک موالات کے دوران اردو خطیبوں نے سارے ہندوستان میں دھوم مچادی۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفرعلی خاں اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی ہستیوں نے اس فن کو ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید بنادیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد میدان خطابت کے شہسوار تھے۔ مذہب، سیاست، ادب ہر موضوع پر ان کا اسلوب منفرد اور انداز بیاں نرالا تھا۔ مواد اور اسلوب دونوں دلکش ہوتے۔ مولانا محمد علی جوہر، خطابت میں یکتا تھے۔ ان کے تعلق سے مشہور ہے کہ ان کا دل سلگتا اور خون بولتا تھا۔ مولانا ظفرعلی خاں قلم کے دھنی اور زبان کے غنی تھے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری بے پناہ عوامی خطیب کی حیثیت سے مشہور تھے۔ ان کے علاوہ اردو زبان کے خطیبوں کی فہرست بہت طویل ہے، ہر ایک کا اپنا ایک الگ انداز اور اسلوب ہے۔ فن خطابت کو معراج پر پہنچانے میں سب کا اپنا اپنا رول رہا ہے۔

تقریر اور خطابت کا فن زندہ معاشرہ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے ذریعہ ایک معاشرہ کو صالح قدروں پر گامزن کیا جاسکتا ہے۔ ایک اچھا مقرر اور خطیب اپنے خیالات و افکار سے ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں نہایت اہم رول ادا کرتا ہے۔ خطابت کے لیے زبان، اظہار اور موضوع تینوں اہمیت کے حامل ہیں۔ مطالعہ اور مشاہدہ خطابت کے لیے سونے پہ سہاگہ ہیں۔

خطابت کے میدان میں مردوں کے مقابلہ میں خواتین کا رول بھی غیر معمولی رہا ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلم خواتین کی شرکت نہایت شاندار رہی۔ انہوں نے اپنے خطابات کے ذریعے ہندوستانی خواتین کو جنگ آزادی میں شریک ہونے کی ترغیب دلائی۔ بی اماں والدہ محترمہ مولانا محمد علی جوہر نے تحریک خلافت میں بھر پور حصہ لیا۔ بیگم سلمی تصدق حسین نے ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں مسلم لیگ کے شعبۂ خواتین کے قیام کے بعد مسلم خواتین کو مسلم لیگ کی رکن بنانے کی مہم میں بھر پور حصہ لیا۔ لیڈی ہارون نے اصلاح الخواتین کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔ بیگم مولانا محمد علی جوہر امجدی بیگم، آل انڈیا خواتین مسلم لیگ کی سب کمیٹی کی رکن مقرر ہوئیں۔

3

تاریخ اسلام میں ایسی بے شمار شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے اپنے بلند کردار ،اخلاص وللٰہیت ،جہد مسلسل اور علم وعمل سے ایک نئی تاریخ رقم کی۔انہی شخصیات میں محترمہ امیر النساء کا نام بھی شامل ہے۔اللہ تعالی نے انہیں بے شمار صلاحیتوں اور لیاقتوں سے نوازا تھا۔ وہ ایک ادیبہ ،شاعرہ،افسانہ نگار ،ناول نگار،خاتون ہونے کے علاوہ ایک بہترین ممتاز اور قادرالکلام متکلمہ اور خطیبہ تھیں ۔خطابت ان کے لیے قدرت کا عطیہ تھی، وہ ہر موضوع پر متاثر کن تقریر کرسکتی تھیں۔

محترمہ امیر النساء ایک باشعور اور اعلی اقدار کی حامل خاتون تھیں ۔وہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں تادم آخر سرگرم رہیں ۔امت مسلمہ خصوصا خواتین کی اصلاح اور تعلیمی ترقی کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتیں ۔آپ کے خطبات اور تقاریر اس بات کے شاہد ہیں ۔آپ نے تعلیمی ،سائنسی ،عصری، اصلاحی اور مذہبی موضوعات پر لب کشائی کر کے امت مسلمہ کو ہر آن بیدار کرنے کی کوشش کی ۔امت کی اصلاح اور تربیت کا شوق اس قدر دل میں موجزن ہوتا کہ مدرسہ ،اسکول ،کالج ،دینی اجتماعات اور دیگر خواتین کی محفلوں میں کوئی میسر لمحہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں ۔آپ کے خطبات سے خلوص وصفا کے چشمے پھوٹتے ،جن سے سامعین بھرپور سیراب ہوتے۔ قرآن مجید آپ کے خطبات کا اہم موضوع ہوتا۔اس کتاب مبین کو وہ سرچشمہء ہدایت سمجھتی تھیں ۔ایک اجلاس میں قرآن مجید کی عظمت وفضیلت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتی ہیں:

> ”قرآن پاک کی عظمت وفضیلت اظہر من الشّمس ہے۔اگر کوئی ایسی تجارت کرنا چاہتا ہے جسمیں محنت کم اور نفع زیادہ ملے تو یہ قرآن پاک ہے جو ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے اگر آپ کو روشنیوں سے محبت ہے اور کمرے میں تیز روشنی کے بلب روشن کرنا چاہتی ہیں تو قرآن پاک کی نورانیت سے بڑھ کر کوئی روشنی نہیں ،اگر آپ کو اونچے مکانات پسند ہیں اور ساتویں منزل پر اپنا مکان بنانا چاہتی ہیں تو قرآن پاک ساتویں ہزار منزل پر پہنچا دیتا ہے۔قرآن پاک کا نزول دنیائے انسانیت پر اللہ رب العالمین کا سب سے بڑا انعام ہے۔

اس انعام پر جتنی بھی خوشیاں منائی جائیں کم ہے۔ اس انعام پر صرف ظاہری خوشی اور زبانی شکر کافی نہیں اسکے شکر کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کتاب ہدایت کو باقاعدہ پڑھا جائے اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے اور قرآنی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کی جائے۔ جب انسانیت کی خیر وفلاح کا سرچشمہ بن کر قرآن مجید نازل ہوا تو اسکی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ پاک نے اپنے ذمہ لے لی، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی محفوظ ترین کتاب قرآن مجید ہے اور دعوتی کام میں ہی ہماری سربلندی اور عزت ہے۔ اگر یہ فریضہ ہم نے انجام نہیں دیا تو ہمیں پستی اور تنزلی سے کوئی بھی چیز عروج واقبال کی تک نہیں پہنچاسکتی''

محترمہ نے قرآن مجید کا مطالعہ بہت ہی تدبر وتفکر کے ساتھ کیا ہے۔ قرآن اور سائنس کے تعلق سے آپ کے افکار اس بات ضامن ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں قرآن مجید کا وجود محض برکت کا باعث ہو چکا، اسے کتاب برکت اور ثواب دارین کے لیے پڑھا جاتا ہے حالانکہ وہ کتاب ہدایت اور اوراق حیات کو مزین کرنے کا ذریعہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار محترمہ نے بڑی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ قرآن کے سائنسی انکشافات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں:

''قرآنِ پاک کا نزول اس لیے کیا گیا کہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ آج ہماری قوم اسی لئے ذلت وپستی سے دو چار ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش نہیں کی ورنہ قرآنِ مجید میں حیاتِ انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھواڑا گیا کہ جس سے ہمیں روشنی نہ ملتی ہو۔ آج ہم اسی لئے دنیا میں خوار ہو رہے ہیں ورنہ ساری دنیا پر ہماری حکمرانی ہوتی آج سائنسی انکشافات قرآنی آیات کے حقائق کو واضح کر رہی ہیں۔ سائنسدان جب کسی بات کو لے کر ریسرچ کرتے ہیں تو یہ کتاب مبین انہیں کائنات کے اسرار

رموز سمجھنے اور سائنٹیفک انداز میں اس پر غور تدبر کی دعوت دیتی ہے۔
اوٹاوا کے فرانسیسی پروفیسر اور سرجن ڈاکٹر موریس بوکائلے کا تو دعوی ہے کہ تخلیق کائنات کے بارے میں آج جتنے بھی قابل فہم نظریات دنیا میں رائج ہیں وہ سب قرآن حکیم کے بیان کئے ہوئے نظریہ کے عین مطابق ہیں اور قرآن پاک میں تسخیر کائنات، قدرتی تغیرات اور آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، جدید سائنسی تحقیق اسے تسلیم کرتی ہے''

محترمہ نے اپنے خطبات میں مسلمان قوم کو سائنس اور علم طب کی تعلیم سے آراستہ ہونے پر زور دیا ہے کیونکہ آج وہی قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہے جو سائنس کے میدان میں اپنے آپ کو ثابت کر پاتی ہے۔ محترمہ، سرسید احمد خاں کے خیالات سے متاثر نظر آتی ہیں۔ سرسید کی طرح انہوں نے اسلامی وعصری تعلیم پر کافی زور دیا ہے۔ کئی ایک تقریروں میں طالبات کو اعلیٰ تعلیم پر ابھارا ہے۔ وہ اپنی طالبات کو اعلیٰ درجہ کی تاجرہ، عالمہ وفاضلہ، وکیل وجج، ڈاکٹر اور بینک کے اعلی عہدوں پر فائز کرنا چاہتی ہیں۔ اس کا اظہار کئی خطبات میں انہوں نے کیا ہے۔
دور حاضر میں اواد کی تربیت کا مسئلہ بہت ہی نازک اور سنگین صورت حال سے دو چار ہے۔ والدین تن آسانی کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ وقت کی کمی، ذاتی مصروفیتوں اور اپنے پسندیدہ مشاغل میں اس قدر مگن ہیں کہ اولاد آہستہ آہستہ ان کی گرفت اور تربیت سے آزاد ہوتی جارہی ہے۔ موبائیل فون کے خطرناک عواقب ونتائج سے غافل ہوکر والدین اپنے کاموں میں مصروف ومشغول ہیں۔ محترمہ امیر النساء نے اپنے خطبات میں بڑے شدومد کے ساتھ اولاد کی تربیت اور بچوں پر موبائیل فون کے خطرناک اثرات کے تعلق سے اظہار خیال کیا ہے۔ ایک تقریر میں کہتی ہیں:

''بچوں کے معصوم ذہن کی اسکرین پر سب سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ ثبت کریں۔ ماں کی گود بچوں کے لئے سب سے پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔ چار سال کی عمر تک بچے ماں کے زیر تربیت ہوتے ہیں۔ قدم قدم پر شیطانی طاقتیں بچوں کو بہکانے کے لئے

برسرپیکار ہیں۔ ٹی وی کی صورت میں، انٹرنٹ کی شکل میں اور موبائل فون کے چھوٹے اسکرین پر بھی۔اس آزمائشی دور میں بچوں کی صحیح تربیت کی ساری ذمہ داری ماں کے نازک کندھوں پر ہوتی ہے“

ایک اور مقام پر موبائیل فون کے تعلق سے کہتی ہیں:

”والدین کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ گھر سے ہی صحیح تربیت کا آغاز کریں، انہیں موبائل سے دور رکھیں۔ یہ ایک ایسا خطرناک آلہ ہے کہ اس سے بچوں کے اخلاق و کردار بہت جلد متاثر ہوتے ہیں۔ آج کل مائیں اپنے بچوں سے محبت یا ان کی مانگ کی خاطر بچوں کے ہاتھ میں موبائل تھما دیتی ہیں کہ بچہ کارٹون وغیرہ سے دل بہلائے اور انہیں کچھ دیر کیلئے فراغت مل جائے حالانکہ یہ کارٹون یہودی اور نصرانیوں کی سازش ہیں۔اس کے ذریعہ وہ بچوں کی معصومیت چھین کر انہیں تشدد اور تخریب کاری کی تعلیم دیتے ہیں۔جس قدر ممکن ہو، بچوں کو موبائل سے دور رکھیں۔ بچوں کے غیر ضروری مطالبات پورے نہ کریں۔ انہیں فضول خرچی کی عادت ہرگز نہ ڈالیں۔ بچوں کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولیں۔اساتذہ اور بزرگوں کا ادب کرنا سکھائیں۔ انہیں نماز کا عادی بنائیں۔ سلیقہ مندی اور آداب سکھائیں۔ اولاد کی شکل میں آپ کے لئے اللہ پاک کا بہت بڑا تحفہ ہیں۔ان کی صحیح تعلیم و تربیت ہی والدین کی دنیا اور آخرت میں کامیابی ہے“

خاتون ہونے کی حیثیت سے محترمہ امیر النساء نے محسوس کیا کہ اسلام میں عورت کو جو مقام اور مرتبہ دیا گیا ہے وہ نہایت ہی منصفانہ ہے وہ سارے حقوق انہیں دیے گئے ہیں جن سے دنیا کے دیگر موجودہ مذاہب نے آنکھ چرائی ہے:

”ہمیں فخر ہے کہ اسلام ہمارا مذہب ہے۔ آج ہمارے ملک کی

صورتِ حال یہ ہے کہ موجودہ حکومت تعصب اور تنگ نظری کی عینک لگا کر اسلام کے خلاف کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ چھیڑ دیتی ہے جس کی وجہ سے مسلمان اپنے مذہب سے بیزار ہو کر لادینیت اختیار کر لیں یا ان کے دلوں میں اسلام سے نفرت پیدا ہو۔ ہمارے حکمرانوں کو مسلم خواتین سے خواہ مخواہ کی ہمدردی پیدا ہو رہی ہے کہ اسلامی قوانین عورتوں کے حقوق پامال کر رہے ہیں اور ان پر ظلم ہو رہا ہے حالانکہ جن لوگوں کو مسلم خواتین کی ہمدردی کا بخار چڑھا ہے، دراصل خود ان کے مذہب میں ستی کی رسم عام تھی، بیوہ عورت کو جینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ آج بھی ڈاوری اور جہیز کے نام پر نئی دلہنوں کا قتل کر دیا جاتا ہے اور ماں کی کوکھ میں ہی لڑکیوں کو مار دیا جاتا ہے۔ لڑکیاں والدین کے لئے بوجھ سمجھی جاتی ہیں۔ صرف اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کو مساوی حقوق دئے، بیوہ اور مطلقہ عورت کے نکاح ثانی کو مستحسن قرار دیا، ماں کے پیروں تلے جنت بتائی، انہیں وراثت میں حقوق دینے کی تاکید کی۔ مسلم خواتین کو اسلام نے وہ تمام حقوق عطا کئے ہیں جو کسی مذہب نے نہ پہلے دئے اور نہ آج دے رہے ہیں''

اسلام میں حسن سلوک کی بڑی اہمیت ہے اس کے نورانی پہلو پر ایک تقریر میں اظہار خیال کیا ہے۔ اندازِ تخاطب، روانی اور سلاست سے معمور ہے:

''حسنِ سلوک یہ نہیں کہ کسی نے ہم سے اچھا برتاؤ کیا جواب میں ہم بھی اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں بلکہ حسنِ سلوک یہ ہے کہ کوئی ہم سے غلط سلوک کرے ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ کوئی ہمیں محروم کرے تو ہم اسے عطا کریں۔ کوئی ہمیں برا بھلا کہے تو ہم اسے معاف کریں۔ بزرگوں کی تعظیم کریں، ان کی خدمت

بجالائیں، وہ والدین ہوں یا ساس سسر یا جن کی خدمت کا اللہ پاک نے ہمیں موقع عطا کیا ہے۔ چاہے وہ ہمارے رشتے دار ہوں یا نہ ہوں۔ بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں۔ جو ہمارے ماتحت ہوں ہمارے اپنے نوکر چاکر وغیرہ، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ نبی اکرمؐ کی یہی سنت ہے کہ وہ نوکروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالتے تھے۔ آج ہمارا کیا حال ہے؟ ہزار دو ہزار کی رقم دے کر گویا انہیں زرخرید غلام سمجھ لیتے ہیں۔ ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ پاک نے مکارم اخلاق بنا کر بھیجا، یعنی اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا تھا۔ آپؐ مسلمانوں کے لئے بھی رحمت تھے اور غیر مسلموں کے لئے بھی رحمت تھے، دوستوں کے لئے بھی رحمت تھے اور دشمنوں کے لئے بھی رحمت تھے۔ بچوں اور بوڑھوں کے لئے بھی سراپا رحمت تھے۔ کمزوروں اور طاقتوروں کے لئے یکساں رحمت تھے۔ امیروں کے لئے بھی رحمت اور غریبوں کے لئے بھی رحمت تھے۔ حاکموں اور محکوموں کے لئے بھی رحمت تھے۔ آپ کی رحمت بے زبان جانوروں اور درختوں کے لئے بھی یکساں تھی۔ ایسے ہی اخلاق کی تعلیم آپؐ نے اپنی امت کو دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں رحمت کا مظاہرہ نہ کر لو۔ رحمت کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ پوری انسانیت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کریں۔ رسول رحمتؐ کے امتی ہونے کا تقاضہ ہے کہ ہم اللہ کے بندوں تک اللہ کا دین پہنچائیں تبھی ہم رحمۃ للعالمینؐ کے امتی ہونے کا حق ادا کر سکیں گے"

محترمہ امیر النساء مسلم پرسنل لاء بورڈ کی ممبر تھیں۔ عام خواتین کی بہ نسبت وہ حالات حاضرہ سے

زیادہ باخبر تھیں۔ عالمی اور ملکی حالات سے باخبر کرتے ہوئے ایک تقریر میں کہتی ہیں:

"تم نے مادی وسائل کا غلط استعمال کیا۔ دنیا کو سمیٹ کر گاؤں کی
شکل دے دی، فاصلے سمٹ گئے، امن وسلامتی داؤں پر لگ گئی۔
عالمی خبریں ہمیں باخبر کررہی ہیں۔ تیونس اور مصر کے انقلاب میں
آہنی حکمرانوں کے تخت وتاج موم کی طرح پگھل کر بہہ گئے۔ اردن
لیبیا، یمن، بحرین اور الجزائر میں عوامی مظاہرے غلط قیادت کی صحیح
رہنمائی کی پیش رفت ثابت ہورہے ہیں۔ طاقت کا غلط استعمال
حکمرانوں سے سلطنتیں چھین کر اوروں کو سونپ رہا ہے۔ ہم اپنی عظمتوں
کا سودا ذلت کے ہاتھوں کروارہے ہیں۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے
جو قدرت کی طرف سے ہماری کوتاہیوں پر برپا کیا جارہا ہے۔
مغرب کی اندھی تقلید ہم سے خراج مانگ رہی ہے:

ہماری ٹھوکروں میں آج بھی ہوتی شہنشاہی
اگر ہم نے چٹائی پر گذارا کرلیا ہوتا"

ان خیالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک ایک لفظ صحیح ثابت ہورہا ہے۔ ہم اپنی کوتاہی اور غلط قیادت کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ آج نئی نسل جس تیزی سے اسلامی تہذیب وتمدن سے انحراف کررہی ہے اس کی حفاظت بے حد مشکل نظر آتی معلوم ہوتی ہے۔ مادی وسائل کی فراوانی نے رشتوں اور قرابت داری کے مضبوط بندھن کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اولاد کا والدین سے تعلق کمزور سے کمزور ہوتا جارہا ہے محترمہ کا خیال ہے کہ یہ سب بڑوں کی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ ایک اجلاس میں ان خیالات کو بے حد متاثر کن انداز میں پیش کیا ہے:

"مادی آسائشوں نے بچوں کو روبوٹ بنادیا۔ ان کے اندر جذبات
سے عاری مشینی انداز آگئے محبت مروت ایثار وقربانی سے یکسر خالی۔
خودغرضی بے مروتی دشمنی اور نفرت کے جذبات ان کے اندر پنپنے
لگے۔ اخلاقی تباہی نے ان کے کردار کو مسخ کردیا۔ اگر ہم بچوں کو

مادی وسائل فراہم کرنے کے بجائے اپنے وقت کو فارغ کر کے اپنے عظیم رہنماؤں کے بے مثال تاریخی واقعات سے ان کی کردار سازی کرتے۔ سادگی کا درس دیتے اور غیروں کی تہذیب وتمدن سے کاٹ کر اپنی تہذیب وتمدن سے جوڑتے تو یہ عارضی دنیا دوسروں کے لئے ایک موڈل بن جاتی اور ہماری نسل دوسروں کے لئے آئیڈیل بن جاتی۔ آج ہم اپنی کوتاہیوں کی قیمت اس طرح چکا رہے ہیں کہ نوجوانوں پر ضعیف اور لاچار والدین، جن کے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں، ان کے لئے بوجھ بن چکے ہیں۔ ہماری خدمت اور دیکھ بھال کے لئے ان کے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔ ہم نے انھیں بے بی کیئر سنٹروں کے حوالہ کیا، وہ ہمیں اولڈ ایج ہوم میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری ساری توانائی زائل ہو چکی ہے، سماعت اور بصارت متاثر ہے۔ ساری قوت زبان نے حاصل کر لی ہے۔ ہم اپنے سکھ دکھ بچوں سے شیر کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی تنہائیوں کے فسانے، اپنی مجبوریوں کی داستانیں، اپنی بیماریوں کی کہانیاں سنا کر اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری بے معنی باتیں سننے کے لئے ان کے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔ انہیں اس ماحول سے گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ وہ جلد سے جلد ہم سے پیچھا چھڑا کر گھر کی بوجھل فضا سے دور آزادی کی فضا میں سانس لینا چاہتے ہیں۔

یہ ہماری کوتاہیوں کی قیمت ہے جو سود کے ساتھ وصول ہو رہی ہے“

محترمہ نے اپنی تقریروں اور خطبات میں خواتین کو بے حد شائستہ اور نرم و نازک لب و لہجہ میں نصیحت کی ہے۔ اسلامی اخوت و مودت کا درس دیا ہے، مشہور صحابیات کی زندگیوں کے روشن پہلوؤں کو بطور نمونہ پیش کر کے نصیحت کی ہے اگر ہماری خواتین ان باتوں پر عمل پیرا ہوں تو ان کی زندگیاں گل وگلزار بن جائیں۔ ایک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"مگر آپ کو رول موڈل بنانا ہے اور پسندیدہ شخصیات کے نقش قدم پر چلنا ہے تو صحابیاتؓ کو اپنا نمونہ بناؤ۔ بی بی خدیجہؓ نہ صرف تاجر خاتون تھیں بلکہ عرب کی سب سے مالدار خاتون تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد آپ نے سادگی کو اپنا شعار بنایا۔ بیش قیمت لباس نہیں پہنے، وہ چاہتیں تو اپنے لئے بہترین ملبوسات اور بیش قیمت زیورات خریدتیں۔ مگر آپؓ نے خود کو ان فضولیات سے دور رکھا۔ بوقت وفات انہیں نئی چادر تو درکنار دھلا ہوا لباس تک میسر نہیں۔ انہیں غسل کے بعد وہی ملگجے کپڑوں میں دفنا دیا گیا جو وہ پہلے سے پہنے ہوئے تھیں۔ ان کی عظمت ان کے کردار سے جھلکتی تھی۔ بہترین لباس ان کے نزدیک تقویٰ تھا۔ آج ہمارا کیا حال ہے؟ اپنی حیثیت سے زیادہ بیش قیمت لباس خریدتی ہیں۔ شادی سے پہلے والدین پر بوجھ ڈالتی ہیں اور شادی کے بعد شوہر پر بوجھ بنتی ہیں۔ سادگی کو اپنا شعار بناؤ! خوش اخلاقی کے زیور سے خود کو سجاؤ! لڑکی کی خوبصورتی اس کے لباس وزیورات سے نہیں، اسکے بہترین کردار سے ہوتی ہے۔ والدین کی بے لوث خدمت، اساتذہ کا احترام، شوہر اور اس کے گھر والوں کی بہترین اطاعت ہی اس کا حسن ہے۔ شادی کے بعد بچوں کی بہترین تربیت، سسرال والوں کے ساتھ اس کا حسن سلوک ہی عورت کا سنگھار ہے۔ پیاری طالبات! اللہ پاک کا شکر ہے کہ ہمیں اسلام جیسا بہترین مذہب ملا جہاں عورت کو مساوی حقوق دئے گئے۔ عورت مردوں کے برابر تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔ وقت ضرورت اپنے خاندان کی کفالت بھی کرسکتی ہے۔ مذہب اسلام کے دائرے میں رہ کر وہ سارے حقوق حاصل کرسکتی ہے جو مردوں کو دئے گئے ہیں مگر پردے کی پابندی

کے ساتھ۔ اکثر عورتیں سمجھتی ہیں کہ پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے
اور ترقی اسی وقت ممکن ہے جب ہم پردے کی قید سے آزاد ہو جائیں۔
یہ ہماری بھول ہے۔ ہر میدان ہمارے لئے کھلا ہے بس ہمارے
اندر صلاحیت ہونی چاہئے۔ آپ جانتی ہیں کہ ازواج مطہراتؓ نے
پردے کے احکامات نازل ہونے کے بعد بھی کیسے کیسے کارنامے
انجام دئے ہیں جو رہتی دنیا تک ہمارے لئے نمونہ ہیں''

دور حاضر میں فیشن پرستی اور مغرب پرستی کی وباء ہماری نوجوان نسل میں بڑھتی جارہی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ بے حیائی اور بے شرمی کی فضا عام ہو رہی ہے۔ ایک اجلاس میں صفت حیا کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کرتے ہوئے محترمہ کہتی ہیں:

''جب بھی شیطان کسی سماج کو تباہ کرنا چاہتا ہے، وہ سب سے پہلا وار عورت کی صفت حیا پر کرتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا علیہا السلام کو اس جال میں پھنسایا تھا اور آج بھی اس کا سب سے پسندیدہ ہتھیار ہے اور اس فتنے میں الجھ کر کتنے ہی گھر برباد ہو چکے ہیں۔ اگر عورت سے حیا کی صفت ختم ہو جائے تو معاشرہ حیوانیت کا شکار ہو کر نسلوں میں بگاڑ کا سبب بن جاتا ہے۔ مغربی عورتوں کی بے راہ روی اور آزادی کو انھوں نے ایسے انداز میں پیش کیا کہ مسلمان عورتیں شرعی قوانین کو بوجھ سمجھ کر پردے کی قید سے آزاد ہو گئیں اور کبھی عورت کی آواز گھر سے باہر نہیں پہنچتی تھی اور آج پارلیمنٹ کے ایوانوں، کمرۂ عدالت کی بلند و بالا عمارتوں، غلط و صحیح ہر جگہ سے اس کی آواز گونج رہی ہے۔ اسلام نے عورتوں کے حدود متعین کئے انہیں عزت و حرمت کے اونچے مسند پر بٹھایا۔ مگر مغربی دنیا کی آندھی نے ان حدود کو پامال کر ڈالا کیونکہ آج دنیا کی سرپرستی ان قوموں کے ہاتھوں میں پہنچ

گئی ہے جنہیں اسلام سے کوئی نسبت نہیں۔ ملالہ یوسف زئی کا نام آپ سب نے سنا ہے اور یہ بھی جانتی ہیں کہ دشمنوں نے اسے کیسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ ان کے ہاتھوں کا کھلونا بنی ہوئی اوروں کو رجھانے کیلئے اسے ایوارڈ سے نوازا جارہا ہے۔ ہماری ناسمجھی ہے کہ اس کی ظاہری شہرت سے ہم خوش ہورہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری قوم کی بیٹیوں کو ہمارے ہی خلاف استعمال کررہے ہیں، فلسطینی عوام نے اسکولوں کے لئے ملالہ کے فنڈ کو مسترد کردیا۔ ہم خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ مسلمان عورتیں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں''

محترمہ امیر النساء کو اس بات کا شدید خیال تھا کہ وہ ایک موئثر یا سلجھی ہوئی خطیب نہیں ہیں حالانکہ آپ کا انداز اور اسلوب بے حد سلجھا ہوا اور شائستہ ہوتا، باوجود اس کے کہ الفاظ میں بجلی کی کڑک، نہ آواز میں گھن گرج، خوشنما الفاظ اور نہ دلفریب جملے، پھر بھی دل سے نکلے ہوئے الفاظ دلوں کو صدا دیتے تھے۔ سامعین اور حاضرین کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ محترمہ امیر النساء آج کی خواتین کے لیے مثالی نمونہ ہیں۔ وہ ایک اسلام پسند خاتون تھیں، دینداری اور وضع داری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اعلی تہذیب وتمدن کی حامل تھیں۔ وسائل کی کمی کے باوجود دعوتی، اصلاحی اور تعلیمی میدان میں انہوں نے جو کارنامے انجام دیے وہ زرین حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ہماری خواتین کو چاہیے کہ وہ بھی محترمہ کی طرح آگے آئیں دوسروں کے لیے صحیح رہنمائی اور رہبری کا فریضہ انجام دیں۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ الیکٹرانک اور سوشیل میڈیا کے اس دور میں خواتین بھی بڑی تعداد میں تحریر اور خطابت کے میدان میں آگے آرہی ہیں۔

شیخ فاروق باشا